اسلام اور دہشت گردی: فکری مغالطوں کا تحقیقی جائزہ

Islam and Terrorism: An Investigative Review of Intellectual Fallacies

Dr. Usman Ghani [1]

Abstract:

This article critically examines the complex relationship between Islam and terrorism, highlighting both the internal and external misconceptions that have shaped global discourse. It argues that linking Islam inherently with terrorism is a historical and intellectual fallacy that ignores the Qur'anic principles of human dignity, sanctity of life and justice. Drawing upon scriptural sources, classical jurisprudence and contemporary scholarship, the paper distinguishes between legitimate *jihād*, strictly governed by ethical and legal principles and terrorism which involves indiscriminate violence against non-combatants and disruption of public order. The study explores the prohibition of suicide attacks, the sanctity of covenants, the protection of minorities and the moral responsibility of Muslims in upholding peace. It further analyzes the misuse of *takfīr* (excommunication), the distortion of sacred texts, and the sociopolitical factors that fuel extremism. In addition, the article engages with Western misperceptions, particularly those shaped by media narratives and geopolitical conflicts and contrasts them with the mainstream Islamic scholarly consensus against terrorism. Emphasis is placed on the objectives of Islamic law (*Maqāṣid al-Sharīʿah*), which prioritize the preservation of life, faith, intellect, property and lineage, all of which are undermined by terrorism. The paper concludes by presenting scholarly declarations, such as the Amman Message and Marrakesh Declaration, that reaffirm Islam's commitment to peace, justice and coexistence. Ultimately, it advocates for intellectual honesty, contextual hermeneutics, educational reform and social justice as pathways to dismantling the ideological foundations of extremism and correcting widespread misconceptions about Islam.

Keywords: *Islam, Terrorism, Jihād, Takfīr, Maqāṣid al-Sharīʿah*

ا۔ تعارف

گزشتہ چند دہائیوں میں اسلام اور دہشت گردی کو ایک ہی تناظر میں دیکھنے کا رجحان عالمی سطح پر بہت زیادہ فروغ پایا ہے۔ بین الاقوامی میڈیا، بعض تحقیقی مراکز اور سیاسی بیانیے نے یہ تاثر پیدا کیا کہ گویا اسلام بذاتِ خود تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے۔ اس عمومی تاثر

[1]. Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalnagar Campus
usman.ghani@iiub.edu.pk +923336282535

نے نہ صرف غیر مسلم دنیا میں اسلاموفوبیا کو بڑھایا بلکہ مسلم معاشروں کے اندر بھی فکری مغالطوں اور عملی مشکلات کو جنم دیا۔ حالانکہ اگر اسلامی تعلیمات کو ان کے اصل مآخذ یعنی قرآن وسنت اور فقہی روایت کی روشنی میں دیکھا جائے تو اسلام سراسر امن، رواداری، انسانی جان کے احترام اور بقائے باہمی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلامی نصوص میں انسانی جان کی حرمت کو بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے۔

اس مضمون میں دہشت گردی کے مفہوم اور تاریخی ارتقا کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اسلام کے اصل موقف کو واضح کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جہاد اور دہشت گردی کے درمیان فرق، خودکش حملوں کی شرعی حیثیت، تکفیر کے فتنہ کے اثرات، اقلیتوں کے حقوق اور معاصر علمی و فقہی بیانیوں کا تجزیہ بھی پیش کیا جائے گا۔ اس علمی مطالعے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ اسلام اور دہشت گردی کے مابین کوئی بنیادی ربط نہیں بلکہ یہ مغالطہ سیاسی، سماجی اور فکری عوامل کے تحت وجود میں آیا ہے۔

۲۔ دہشت گردی: اصطلاحی و تاریخی جائزہ

دہشت گردی (Terrorism) ایک ایسا تصور ہے جو جدید سیاسی اور سماجی مباحث میں انتہائی کثرت سے استعمال ہوتا ہے، تاہم اس کی اصطلاحی تعریف پر کوئی عالمی اتفاق موجود نہیں۔ مختلف ریاستیں، تنظیمیں اور دانشور اسے اپنے مخصوص سیاق وسباق میں بیان کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی کو اکثر "relative term" کہا جاتا ہے، یعنی ایک طبقہ جس عمل کو دہشت گردی قرار دیتا ہے، دوسرا طبقہ اسے آزادی کی جدوجہد سمجھ سکتا ہے۔ اسلامی تناظر میں اس بحث کو مزید پیچیدہ اس لیے بنایا گیا ہے کہ دہشت گردی کو جہاد کے ساتھ خلط ملط کیا جاتا ہے، حالانکہ دونوں کے اصول و مقاصد یکسر مختلف ہیں۔

الف۔ اصطلاحی جائزہ:

لفظ 'دہشت' اردو اور فارسی میں خوف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دہشت گرد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو معاشرے میں بلاجواز خوف و ہراس پیدا کرے۔ جدید بین الاقوامی قانون میں دہشت گردی کی تعریف کے لیے بنیادی عناصر یہ ہیں:

- تشدد یا دھمکی کا استعمال
- بے گناہ شہریوں کو نشانہ بنانا
- ریاستی یا معاشرتی ڈھانچے کو غیر مستحکم کرنا
- سیاسی یا نظریاتی مقاصد حاصل کرنا۔[2]

اقوام متحدہ کے ۱۹۹۹ء کے *International Convention for the Suppression of the Financing of Terrorism* میں

[2]. Alex P. Schmid, *The Routledge Handbook of Terrorism Research*، London: Routledge, 2011, 39.

دہشت گردی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"کوئی بھی ایسا عمل جو شہریوں کو قتل یا زخمی کرنے کے ارادے سے کیا جائے تاکہ کسی حکومت یا بین الاقوامی ادارے کو مجبور کیا جا سکے۔"[3]

اس تعریف میں غیر مقاتلین کے قتل اور خوف پیدا کرنے کو مرکزی عنصر قرار دیا گیا ہے۔

ب۔ تاریخی جائزہ:

دہشت گردی کوئی نیا مظہر نہیں بلکہ انسانی تاریخ میں مختلف شکلوں میں موجود رہی ہے۔

- **قدیم دور** : رومی سلطنت اور یونانی شہروں میں باغی گروہ شہریوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے قتل و غارت کرتے تھے۔[4]
- **قرونِ وسطیٰ** : صلیبی جنگوں کے دوران مذہبی تشدد اور قتلِ عام دہشت گردی کی کلاسیکی مثالیں ہیں۔
- **اسلامی تاریخ** : خوارج کا فتنہ ایک اہم مثال ہے، جنھوں نے تکفیر کے نام پر بے گناہوں کو قتل کیا اور مسلمانوں کے سیاسی و سماجی نظام کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔[5]
- **جدید دور** : فرانسیسی انقلاب (۱۷۹۳ء) میں "Reign of Terror" کی اصطلاح استعمال ہوئی، جہاں مخالفین کو بڑے پیمانے پر قتل کیا گیا۔ بیسویں صدی میں نوآبادیاتی دور کے خلاف مسلح تحریکوں، جیسے الجزائر کی آزادی کی جنگ، کو بھی بعض اوقات دہشت گردی کہا گیا۔[6]
- **معاصر دور** : ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں کے بعد "Global War on Terror" کے عنوان سے ایک نیا عالمی بیانیہ تشکیل پایا، جس نے اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑنے کا جواز فراہم کیا۔

تاریخی اور اصطلاحی جائزہ یہ واضح کرتا ہے کہ دہشت گردی کسی ایک مذہب یا تہذیب تک محدود نہیں بلکہ ایک عمومی انسانی مسئلہ ہے۔ تاہم جدید عالمی سیاست میں اسے زیادہ تر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، جس سے نہ صرف اسلاموفوبیا میں اضافہ ہوا بلکہ حقیقی علمی و سماجی مسائل بھی دب گئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دہشت گردی کو اس کے درست سیاق میں سمجھا جائے اور اسلام کی اصل تعلیمات کے ساتھ اس کی نسبت کو علمی و معروضی بنیادوں پر پرکھا جائے۔

[3]. United Nations, *International Convention for the Suppression of the Financing of Terrorism*, New York: United Nations, 1999, Article 2

[4]. Bruce Hoffman, *Inside Terrorism*, New York: Columbia University Press, 2006, 15–20.

[5]. Abdulrahman al-Salimi, “The Khawarij and Their Impact on Early Islamic Political Thought,” *Journal of Islamic Studies* 25, no. 3 (2014): 289–310.

[6]. Walter Laqueur, *The Age of Terrorism*, Boston: Little, Brown, 1987, 75–90

۳۔ حرمتِ جان کا اسلامی تصور

اسلام دینِ رحمت ہے جس کی بنیادی تعلیمات انسانی جان کی حفاظت اور حرمت پر قائم ہیں۔ قرآن و سنت میں جان کے احترام کو ایسی اساس قرار دیا گیا ہے جس پر باقی تمام احکامِ شریعت استوار ہیں۔ دہشت گردی کے تناظر میں یہ پہلو نہایت اہم ہے کہ اسلام نے معصوم انسانی جان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ یہ تعلیم اس بات کا بین ثبوت ہے کہ دہشت گردی جیسے جرائم اسلام کی اصل تعلیمات کے منافی ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا"[7]

"جس نے کسی ایک جان کو قتل کیا بغیر اس کے کہ وہ کسی جان کے بدلے ہو یا زمین میں فساد کے سبب، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا؛ اور جس نے کسی ایک کو زندگی بخشی گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔"

یہ آیت اسلامی تصورِ جان و حرمت کا بنیادی اصول فراہم کرتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی جان کو صرف دو مخصوص صورتوں میں نقصان پہنچایا جا سکتا ہے: قصاص اور فساد فی الارض۔ اس کے علاوہ کسی بھی صورت میں جان لینا حرام ہے۔ یعنی کسی ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اس تناظر میں دہشت گردی، جس میں بے گناہ شہریوں کی جانیں لی جاتی ہیں اور معاشرتی امن تباہ ہوتا ہے، نہ صرف حرام ہے بلکہ اسلام کی بنیادی اقدار کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

"تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔"[8]

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اسلامی معاشرت کا نظام جان و مال کی حفاظت پر مبنی ہے۔ دہشت گردی، جو معصوم انسانوں کے قتل اور خوف و ہراس سے عبارت ہے، دراصل اسلام کی اس بنیادی تعلیم کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

اسلامی فقہ میں بھی جان کی حرمت کو بنیادی مقاصدِ شریعت میں شامل کیا گیا ہے۔ امام شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے بیان کیا کہ شریعت کے پانچ بڑے مقاصد میں دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت شامل ہے۔[9]

---

[7]۔ المائدہ، ۵: ۳۲۔

Al Mayedah, 5:32

[8]۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب خطبات ایام منیٰ، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۹۸۷ء، ۵۸۵/۲۔

Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ḥajj, Bāb Khuṭbat Ayyām Minā, Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1987, 585/2

[9]۔ ابو اسحٰق الشاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، قاہرہ: دار المعارف، ۱۹۹۷ء، ۹/۲۔

Abū Isḥāq al-Shāṭibī, *Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharīʿa,* Cairo: Dār al-Maʿārif, 1997, 9/2

اس اصول کے تحت کوئی بھی ایسا عمل جو انسانی جان کو خطرے میں ڈالے، ناجائز اور ممنوع ہے۔ اسلام نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کی جان کی حفاظت کو بھی یقینی بنایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کرے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔"[10]

یہ روایت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ اسلام دہشت گردی، قتلِ عام اور ظلم و تشدد کی تمام صورتوں کو یکسر مسترد کرتا ہے۔

اسلامی تصورِ جان و حرمت کے جائزے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن و سنت اور فقہی روایات نے انسانی جان کے احترام کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس دہشت گردی کی کارروائیاں، جن میں معصوم شہریوں کا خون بہایا جاتا ہے، اسلام کے ان اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔ اس لیے یہ لازم ہے کہ اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنے کے بجائے، اسلام کے امن و رحمت کے پیغام کو اجاگر کیا جائے اور دہشت گرد عناصر کو اسلام کے نام پر بدنام کرنے سے باز رکھا جائے۔

۴۔ جہاد اور دہشت گردی: امتیازی اصول

اسلام کے متعلق پھیلائی جانے والی بڑی غلط فہمیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جہاد کو دہشت گردی کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں جہاد ایک منظم، اخلاقی اور شرعی فریضہ ہے، جس کے سخت اصول اور آداب مقرر کیے گئے ہیں۔ اس کے برعکس دہشت گردی ایک غیر منظم، اندھی اور ظلم پر مبنی کاروائی ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس فرق کو واضح کرنا نہ صرف علمی طور پر ضروری ہے بلکہ عالمی سطح پر اسلام کے صحیح تعارف کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

الف۔ جہاد کا مفہوم:

لغوی طور پر "جہاد" کا مطلب ہے کوشش کرنا یا محنت کرنا۔ قرآن میں جہاد کو محض قتال (جنگ) کے ساتھ مشروط نہیں کیا گیا بلکہ اسے ہر اس کوشش پر بولا گیا ہے جو اللہ کی رضا کے لیے کی جائے۔ قرآن کہتا ہے:

"وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔"[11]

"اور ان لوگوں نے کوشش کی جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔"

یہاں جہاد کا تعلق روحانی و اخلاقی جدوجہد سے ہے۔ امام غزالی نے جہاد کی سب سے بڑی قسم کو جہاد بالنفس یعنی نفس کی اصلاح اور روحانی

---

[10]۔ محمد ابن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب الدیات، لاہور: شبیر برادرز، ۲۰۱۷ء، ۱/۴۰۷۔

Muḥammad ibn Ḥibbān, *Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān*, Kitāb al-Diyāt, Lahore: Shabbir Brothers, 2017, 407/1

[11]۔ العنکبوت، ۲۹: ۶۹۔

Qur'ān 29:69.

جدوجہد قرار دیا۔[12]

ب۔ جہادِ قتال اور اس کے اصول:

جہاد بالقتال تبھی مشروع ہے جب ظلم کے خلاف یا مظلوموں کی مدد کے لیے کیا جائے۔ قرآن مجید میں اجازت دی گئی:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَٰتَلُونَ بِأَنَّهُمۡ ظُلِمُواْۚ"[13]

"اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن سے قتال کیا جا رہا ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا۔"

اس آیت سے واضح ہے کہ قتال کی اجازت ظلم کے خلاف دفاعی اقدام کے طور پر دی گئی نہ کہ اندھے قتل و غارت کے لیے۔ لیکن تاریخِ اسلام میں جہاد محض دفاعی اقدام کے طور پر ہی نہیں کیا گیا بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بھی کیا گیا، اس کو اقدامی جہاد کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس پر دو مکاتبِ فکر ہیں:

- ✓ بعض فقہا (خصوصاً متقدمین) نے جہاد کو صرف دفاعی نہیں بلکہ دعوت و اشاعتِ دین کا ذریعہ بھی سمجھا، خاص طور پر جب ریاستی سطح پر اسلام کے فروغ اور دعوت کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں۔ امام ابن تیمیہ[14] اور امام ماوردی[15] کے ہاں یہ بحث ملتی ہے۔
- ✓ جدید علماء جیسے فضل الرحمن[16] اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جہاد کی اصل روح دفاعی ہے اور اشاعتِ دین کا تعلق پرامن تبلیغ اور دعوت سے ہے۔

ج۔ جہاد کے اخلاقی ضوابط:

اسلامی تعلیمات میں جہاد کے سخت آداب ہیں، جیسے:

- غیر مقاتلین (عورتیں، بچے، بوڑھے) کو قتل نہ کرنا۔[17]

---

[12]۔ غزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، بیروت: دار المعرفہ، ۱۹۸۳ء، ۱۲/۳۔

Abū Ḥāmid al-Ghazālī, *Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn,* Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1983, 123 /1

[13]۔ الحج، ۲۲: ۳۹۔

Qur'ān 22:39.

[14]۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاویٰ، ریاض: شاہ فہد کمپلیکس، ۱۹۹۵ء، ۲۶۸/۲۸-۲۷۰۔

Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn 'Abd al-Ḥalīm. *Majmū' al-Fatāwā*. Riyadh: King Fahd Complex, 1995,268–270/28

[15]۔ الماوردی، ابو الحسن، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ: مطبعۃ السعادہ، ۱۹۱۵ء، ۵۶-۵۷۔

al-Māwardī, Abū al-Ḥasan. *Al-Aḥkām al-Sulṭāniyyah*. Cairo: Maṭba'at al-Sa'ādah, 1915, 56–57.

[16]. Fazlur Rahman. *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition*. Chicago: University of Chicago Press, 1982, 23–25

[17]۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، کتاب الجہاد، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۱۲/۱۔

Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ash'ath, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Jihād, Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1:112.

- عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانا۔[18]
- درختوں کو کاٹنے یا کھیتوں کو جلانے سے گریز کرنا۔[19]

رسول اللہ ﷺ نے لشکروں کو روانہ کرتے وقت تاکید فرمائی:

"کسی عورت، بچے یا ضعیف کو قتل نہ کرنا، نہ درخت کاٹنا اور نہ ہی عبادت گاہوں کو مسمار کرنا۔"[20]

یہ تعلیمات جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو واضح کر دیتی ہیں۔

د۔ دہشت گردی کی نوعیت:

دہشت گردی غیر منظم اور غیر اخلاقی عمل ہے جس میں اندھا دھند قتل و غارت، خوف و ہراس پھیلانا، اور بے گناہوں کی جان لینا شامل ہے۔ قرآن نے فساد فی الارض (زمین میں فتنہ و فساد) کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں:

"انما جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا۔"[21]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں۔"

اس سے واضح ہے کہ دہشت گردی بذاتِ خود اسلامی احکام کی خلاف ورزی ہے، لہٰذا اسے جہاد سے منسلک کرنا علمی بددیانتی ہے۔

جہاد اور دہشت گردی کے مابین فرق کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ جہاد ایک مقدس فریضہ ہے جو اصول، آداب اور اخلاقیات کے تحت کیا جاتا ہے، جبکہ دہشت گردی ان اصولوں کی سراسر پامالی ہے۔ اسلام نے نہ صرف جہاد کو دفاعی اور اخلاقی اصولوں سے مشروط کیا بلکہ دہشت گردی کو فساد فی الارض کے زمرے میں لا کر اس کی شدید مذمت کی۔ لہٰذا دہشت گردی کو جہاد کا نام دینا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ظلم کے مترادف ہے۔

---

[18]۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الجہاد، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴ء، ۲/۹۵۳۔

Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Jihād, Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1994 953/2

[19]۔ محمد بن الحسین البیہقی، السنن الکبریٰ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۴ء، ۹/۸۳۔

Muḥammad ibn al-Ḥusayn al-Bayhaqī, *Al-Sunan al-Kubrā*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1994, 83/9

[20]۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق: حمدي عبدالمجید السلفي، بیروت: مؤسسة الریان، مكتبة الأصالة والتراث الشارقہ، ۱۷/۷۸۔

Al-Ṭabarānī, *Al-Muʻjam al-Kabīr*, Beirut: Mu'assasah al Riyan, Maktabah alAsalah wa al Tutath wa al Sharqah, 78/17

[21]۔ المائدہ، ۵: ۳۳۔

Qur'ān 5:33

۵۔اسلام اور بین الاقوامی امن: ایک تحقیقی تجزیہ

اسلام کو عموماً ایک جنگ پسند مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کی اصل روح امن، سلامتی اور رواداری پر مبنی ہے۔ اسلام کا لفظ ہی سلام سے ماخوذ ہے جس کا مطلب امن اور سلامتی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام کا مقصد انسانیت کے درمیان امن قائم کرنا، ظلم کو ختم کرنا اور معاشرتی و بین الاقوامی سطح پر عدل و انصاف کو رواج دینا ہے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ ہم اسلام کے تصورِ امن کو نہ صرف داخلی بلکہ بین الاقوامی تناظر میں بھی سمجھیں۔

الف۔ اسلام کا بنیادی پیغامِ امن:

قرآن مجید میں اسلام کے ماننے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً "[22]

"اے ایمان والو! سب کے سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔"

لفظ اسلام عربی مادہ 'س ل م' سے نکلا ہے، جو امن، سلامتی اور اطاعت کے معنی رکھتا ہے۔[23]

چنانچہ یہ آیت اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ اسلام کا مقصد صرف جنگ یا طاقت کے ذریعے غلبہ حاصل کرنا نہیں بلکہ امن کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی قائم کرنا ہے۔

ب۔ بین الاقوامی تعلقات میں امن کی بنیاد:

اسلامی تعلیمات کے مطابق دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کی بنیاد عدل، رواداری اور پر امن بقائے باہمی پر ہونی چاہیے۔ قرآن میں فرمایا گیا:

"وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"[24]

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام جنگ کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ امن قائم کرنے کو اصل ہدف قرار دیتا ہے۔

---

[22]۔ البقرۃ،۲: ۲۰۸۔

Qur’ān 2:208

[23]۔ابن منظور افریقی، لسان العرب، بیروت: دار صادر، ۱۹۹۰ء، ۳۳۷/۱۲۔

Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʻArab*, Beirut: Dār Ṣādir, 1990, 337–338/12

[24]۔ الانفال،۸: ۶۱۔

Qur’ān 8:61

ج۔ صلح حدیبیہ، عملی مثال:

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں صلح حدیبیہ بین الاقوامی امن کے قیام کی سب سے روشن مثال ہے۔ یہ معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ دکھائی دیتا تھا، مگر اس کے ذریعے خطے میں ایک پائیدار امن قائم ہوا جس کے نتیجے میں اسلام کی تبلیغ کو نئی راہیں کھلیں۔

د۔ بین الاقوامی امن میں انصاف کی اہمیت:

اسلامی تصور امن صرف جنگ نہ کرنے تک محدود نہیں بلکہ انصاف پر مبنی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔"[25]

"اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہی تقویٰ کے قریب ہے۔"

یہ اصول عالمی سطح پر مسلمانوں کے رویے کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی عدل کیا جائے۔

ر۔ اسلام اور بین المذاہب ہم آہنگی:

اسلام نے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ پرامن تعلقات رکھنے پر زور دیا۔ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (دین میں کوئی جبر نہیں)[26] کا اصول مذہبی آزادی کو یقینی بناتا ہے۔ یہی اصول آج کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے چارٹر کے بنیادی نکات سے ہم آہنگ ہے۔

اسلام کا تصور امن عالمی انسانی اقدار کے عین مطابق ہے۔ قرآن و سنت نے واضح طور پر امن کو ترجیح دی، جنگ کو صرف دفاعی مقاصد تک محدود کیا اور عدل و انصاف کو عالمی تعلقات کی بنیاد قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی بھی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اسلام کا مقصد عالمی امن اور انسانی معاشرے کی فلاح ہے۔ اس لیے دہشت گردی یا جنگجو رویوں کو اسلام سے منسوب کرنا محض غلط فہمی ہی نہیں بلکہ ایک علمی و اخلاقی خیانت ہے۔

۶۔ اسلام میں دہشت گردی کی مذمت

دہشت گردی کو بعض اوقات اسلام کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، حالانکہ اسلام نے واضح طور پر ہر اس عمل کی مذمت کی ہے جو انسانی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچائے۔ قرآن و سنت میں انسانی جان کے احترام کو بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے۔ اس تناظر میں ضروری ہے کہ ہم قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام دہشت گردی اور تشدد کو سختی سے رد کرتا ہے۔

---

[25]۔ المائدہ، ۵: ۸۔

Qur'ān 5:8

[26]۔ البقرۃ، ۲: ۲۵۶۔

Qur'ān 2:256

الف۔ قرآنی دلائل:

قرآن مجید میں انسانی جان کے احترام کو یوں بیان کیا گیا ہے:

" مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا"[27]

"جس نے کسی ایک جان کو بغیر قصاص یا زمین میں فساد کے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔"

یہ آیت دہشت گردی کی سب سے بڑی مذمت ہے، کیونکہ دہشت گرد اپنے مفادات کے لیے معصوم لوگوں کی جان لیتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک یہ پورے انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ"[28]

"اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

یہ اصول دہشت گردانہ کارروائیوں کے خلاف بنیادی دلیل ہے کیونکہ دہشت گردی معاشرے میں بدامنی اور فساد پھیلانے کا سبب بنتی ہے۔

ب۔ احادیث نبوی ﷺ کے دلائل:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔"[29]

یہ ارشاد اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلم شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کو بھی یقینی بناتا ہے۔ اس طرح دہشت گردی، جو عموماً بے گناہ افراد کو نشانہ بناتی ہے، سراسر اسلام کی تعلیمات کے منافی ہے۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"[30]

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

یہ حدیث دہشت گردی اور تشدد کے تمام مظاہر کو رد کرتی ہے۔ دہشت گردی چونکہ انسانی جان و مال کے لیے خطرہ ہے، اس لیے یہ اسلامی

27۔ المائدہ، ۵: ۳۲۔

Qur'ān 5:32

28۔ القصص، ۲۸: ۷۷۔

Qur'ān 28:77

29۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱ء، ۱/۹۲۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1991, 1:92

30۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، ۱/۱۰۔

Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Īmān, 1:10

اخلاقیات کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

ج۔ فقہی تشریحات:

فقہاء نے بھی دہشت گردانہ کارروائیوں کو 'حرابہ' اور 'فساد فی الارض' کے ضمن میں شمار کیا ہے۔[31] اس کے لیے قرآن میں سخت ترین سزائیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ معاشرے میں امن قائم رہے اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو۔ اسلام کا پیغام بالکل واضح ہے۔ دہشت گردی، خواہ کسی بھی شکل میں ہو، اسلامی تعلیمات کی سراسر نفی ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل اس بات کی قطعی وضاحت کرتے ہیں کہ بے گناہ انسانوں کا قتل، زمین میں فساد پھیلانا اور خوف وہراس پیدا کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور حرام افعال ہیں۔ اس لیے اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کرنا علمی و عملی دونوں حوالوں سے سراسر ناانصافی ہے۔

۷۔ دہشت گردی کے اسباب و محرکات

دہشت گردی صرف مذہبی یا نظریاتی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اس کے پس منظر میں مختلف سیاسی، معاشی اور سماجی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات ان عوامل کو نظرانداز کر کے محض مذہب کو موردِ الزام ٹھہرانا ایک بڑی علمی و فکری غلطی ہے۔ دہشت گردی کی جڑوں کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان اسباب کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تاکہ ایک جامع تصویر سامنے آسکے۔

الف۔ سیاسی اسباب:

سیاسی محرکات دہشت گردی کے بڑے عوامل میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ریاستی جبر، سیاسی آزادیوں کی کمی اور انصاف تک محدود رسائی ایسی صورتحال پیدا کرتی ہے جس میں شدت پسند گروہ اپنی کارروائیوں کو مزاحمت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح بیرونی مداخلت اور نوآبادیاتی پالیسیوں کے اثرات نے بھی کئی خطوں میں عسکریت پسندی کو ہوا دی ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کی مثال دی جاسکتی ہے جہاں غیر ملکی افواج کی موجودگی اور سیاسی عدم استحکام نے مقامی آبادی میں انتہا پسندی کو بڑھایا۔

ب۔ معاشی اسباب:

غربت، بے روزگاری اور معاشی ناہمواری بھی دہشت گردی کے پھیلاؤ میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ جب افراد اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوں تو وہ شدت پسند تنظیموں کے جھانسے میں جلدی آجاتے ہیں۔ ایک عالمی سروے کے مطابق معاشی محرومیت اور معاشرتی بے انصافی دہشت گرد تنظیموں کی بھرتی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔[32]

31۔ ابو بکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء، ۷/۱۷۶۔
Abū Bakr al-Kāsānī, *Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb al-Sharāʾiʿ*, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1986, 176/7

32. Alan B. Krueger and Jitka Malečková, “Education, Poverty and Terrorism: Is There a Causal Connection?” *Journal of Economic Perspectives* 17, no. 4 (2003): 119–144

اسی طرح وسائل کی غیر مساوی تقسیم اور کرپشن بھی دہشت گردی کے لیے سازگار ماحول فراہم کرتی ہیں۔

ج۔ سماجی اسباب:

سماجی ناہمواری، طبقاتی تقسیم اور تعلیمی محرومی بھی دہشت گردی کے پھیلاؤ کا اہم سبب ہیں۔ جہالت اور انتہا پسندانہ بیانیے کا ملاپ نوجوان نسل کو شدت پسندی کی طرف راغب کرتا ہے۔

مزید برآں، معاشرتی ناانصافی اور امتیازی سلوک افراد میں محرومی کے احساس کو جنم دیتے ہیں، جو بالآخر تشدد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

د۔ مذہب کا غلط استعمال:

اگرچہ دہشت گردی بنیادی طور پر سیاسی و سماجی عوامل کا نتیجہ ہے، لیکن بعض گروہ اپنے مقاصد کو جواز دینے کے لیے مذہب کو استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح مذہب کو بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ اصل وجوہات غیر مذہبی عوامل ہوتے ہیں۔

دہشت گردی کے اسباب کا تجزیہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ یہ ایک کثیر الجہتی مسئلہ ہے جسے صرف مذہبی زاویے سے دیکھنا غیر منصفانہ ہے۔ سیاسی محرومیاں، معاشی ناہمواری اور سماجی ناہمواری وہ عوامل ہیں جو شدت پسندی کو جنم دیتے ہیں۔ اگر ان مسائل کا حل تلاش نہ کیا جائے تو دہشت گردی کے خاتمے کے تمام دعوے محض وقتی ثابت ہوں گے۔ اس لیے عالمی اور مقامی سطح پر پالیسی سازی میں ان اسباب کو مدنظر رکھنا از حد ضروری ہے۔

۸۔ بین الاقوامی میڈیا اور اسلاموفوبیا: دہشت گردی کے بیانیے پر اثرات

دہشت گردی کے حوالے سے بین الاقوامی میڈیا کا کردار ایک نہایت حساس پہلو ہے۔ میڈیا رائے عامہ بنانے اور عالمی سیاست پر اثرانداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تاہم دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات میڈیا دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑ کر پیش کرتا ہے، جس کے نتیجے میں اسلاموفوبیا کو فروغ ملتا ہے۔ اس طرزِ فکر نے نہ صرف مسلمانوں کے بارے میں عالمی سطح پر منفی تاثر کو جنم دیا بلکہ دہشت گردی کے اصل اسباب سے بھی توجہ ہٹا دی۔

الف۔ میڈیا کا بیانیہ اور دہشت گردی:

بین الاقوامی میڈیا کی رپورٹس اور کوریج عموماً اس زاویے سے کی جاتی ہیں کہ دہشت گردی کی کارروائیوں کو اسلامی شدت پسندی کا حصہ قرار دیا جاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق "terrorism" اور "Islam" کے الفاظ کو مغربی میڈیا میں اکثر ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔[33] اس کے برعکس، دیگر مذاہب یا نظریاتی پس منظر رکھنے والے دہشت گردوں کو صرف 'انتہاپسند' یا 'جنونی' کہا جاتا ہے۔[34]

---

[33]. Elizabeth Poole, *Reporting Islam: Media Representations of British Muslims*, London: I.B. Tauris, 2002, 35–37

ب۔ اسلاموفوبیا کی تشکیل:

میڈیا کے اس رویے نے اسلاموفوبیا کو تقویت دی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز رویے بڑھنے کی بڑی وجہ یہی میڈیا بیانیہ ہے۔[35] مثال کے طور پر 11/9 کے بعد امریکی اور یورپی میڈیا میں مسلمانوں کو اجتماعی طور پر مشکوک بنا کر پیش کیا گیا، جس کے نتیجے میں اسلاموفوبیا ایک پالیسی اور سماجی رویے کی صورت اختیار کر گیا۔[36]

ج۔ دہشت گردی کے اسباب سے توجہ کی انحراف:

میڈیا اسلام اور دہشت گردی کے بیانیے کو جوڑ کر اصل محرکات جیسے سیاسی ناہمواری، معاشی استحصال اور عالمی طاقتوں کی پالیسیاں نظر انداز کر دیتا ہے۔ نتیجتاً دہشت گردی کا تجزیہ یکطرفہ ہو جاتا ہے اور پالیسی سازی میں بھی متوازن نقطہ نظر غائب رہتا ہے۔

د۔ میڈیا کے معاشرتی اثرات:

اس بیانیے نے عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور پختہ کر دیا ہے کہ اسلام بذاتِ خود تشدد پر اکساتا ہے۔ اس طرح مسلمان اقلیتوں کو مغربی معاشروں میں امتیازی سلوک، نفرت انگیزی اور تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ رجحان مسلم نوجوانوں میں احساسِ محرومی اور ردِ عمل کے جذبات کو بڑھا سکتا ہے، جو مزید شدت پسندی کو فروغ دیتا ہے۔[37]

بین الاقوامی میڈیا کا کردار صرف رپورٹنگ تک محدود نہیں بلکہ یہ عالمی رائے عامہ، پالیسیوں اور سماجی رویوں کو تشکیل دیتا ہے۔ دہشت گردی کو یکسر اسلام کے ساتھ جوڑنے کی روش نے نہ صرف اسلاموفوبیا کو فروغ دیا بلکہ دہشت گردی کے حقیقی عوامل کو بھی پس منظر میں ڈال دیا۔ اس مسئلے کا حل میڈیا میں توازن، علمی غیر جانبداری اور انصاف پر مبنی رپورٹنگ کے ذریعے ممکن ہے تاکہ دنیا ایک وسیع البنیاد اور معروضی تصویر دیکھ سکے۔

۹۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اسلامی حکمتِ عملی اور عالمی تعاون

اسلام ایک ایسا دین ہے جو امن، عدل اور انسانی فلاح کے اصولوں پر قائم ہے۔ دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے اسلام صرف اخلاقی اور روحانی بنیادیں ہی فراہم نہیں کرتا بلکہ ایک جامع حکمتِ عملی بھی تجویز کرتا ہے جس میں معاشرتی عدل، معاشی توازن اور عالمی تعاون پر زور دیا

[34] . Jack Shaheen, *Reel Bad Arabs: How Hollywood Vilifies a People*, Northampton, MA: Interlink Publishing, 2001, 22–25

[35]. Nathan Lean, *The Islamophobia Industry: How the Right Manufactures Fear of Muslims*, London: Pluto Press, 2012, 66–70.

[36]. Edward Said, *Covering Islam: How the Media and the Experts Determine How We See the Rest of the World*, New York: Vintage, 1997, 12–15.

[37]. John L. Esposito and Ibrahim Kalin, eds., *Islamophobia: The Challenge of Pluralism in the 21st Century*, Oxford: Oxford University Press, 2011, 110–113

گیا ہے۔ تاہم آج کے دور میں دہشت گردی ایک بین الاقوامی چیلنج ہے، اس لیے اس کا حل صرف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر مشترکہ کوششوں کے ذریعے بھی ممکن ہے۔

الف۔ اسلامی حکمتِ عملی کی بنیادیں:

اسلام دہشت گردی کے خلاف ایک کثیر الجہتی حکمتِ عملی فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید نے "عدل" اور "احسان" کو اجتماعی زندگی کی اساس قرار دیا ہے۔[38] اس تناظر میں، ظلم، ناانصافی اور معاشرتی استحصال دہشت گردی کے بنیادی اسباب ہیں جن کے خاتمے کے بغیر پائیدار امن ممکن نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ألا من ظلم معاهداً أو انتقصه أو كلّفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس، فأنا حجيجه يوم القيامة۔"[39]

"سنو! جو کوئی کسی غیر مسلم ذمی یا معاہد پر ظلم کرے، یا اس کا حق کم کرے یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے، یا اس سے زبردستی کوئی چیز لے، تو قیامت کے دن میں اس کا مقابلہ کروں گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

"من قتل معاهداً لم يرح رائحة الجنة۔"[40]

"جس نے کسی غیر مسلم معاہد کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"

یہ تو غیر مسلموں کے ساتھ امن و سلامتی کا طرزِ عمل اختیار کرنے کے بارے میں نبوی ہدایات تھیں۔ اس سے آگے بڑھتے ہوئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بھی آپس میں پرامن طریقے سے رہنے کی اہمیت پر زور دیا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده۔"[41]

---

[38]۔ النحل، ۱۶: ۹۰۔

Al Nahl, 16:90

[39]۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، حدیث ۳۰۵۲، ۱۷۰/۳۔

Abū Dāwūd, *Al-Sunan*. Kitāb al-Kharāj wa-al-Imārah wa-al-Fay’, Hadīth 3052, 170/3

[40]۔ الترمذی، محمد بن عیسی، الجامع، کتاب الدیات، باب ماجاء في قتل المعاهد، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، حدیث ۱۴۰۳، ۶۲۷/۳۔

Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsā. *Al-Jāmi‘*. Kitāb al-Diyāt, Bāb mā Jā’a fī Qatl al-Mu‘āhad, Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1996, 627/3,

[41]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلم، ۱۰/۱۔

Muhammad ibn Isma‘il al-Bukhari, *Al-Jami‘ al-Sahih*, Kitab al-Iman, Bab: Al-Muslim man Salima, 10/1

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

یہ حدیث اسلامی معاشرے میں سلامتی اور باہمی احترام کی بنیاد رکھتی ہے۔

ب۔ تعلیم اور اصلاحی اقدامات:

اسلامی نقطۂ نظر سے دہشت گردی کے انسداد کے لیے تعلیم کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ علمی شعور اور فکری تربیت کے بغیر شدت پسندی کا خاتمہ ممکن نہیں۔ اسلامی تاریخ میں ہمیشہ تعلیم اور تربیت کو امن قائم رکھنے کا ذریعہ سمجھا گیا۔[42]

ج۔ معاشی و سماجی انصاف:

اسلامی حکمتِ عملی میں زکوٰۃ، صدقات اور بیت المال جیسے ادارے معاشی عدم مساوات کو ختم کرنے اور غربت کے خاتمے کے لیے تجویز کیے گئے ہیں۔ یہ اقدامات دہشت گردی کے سماجی اور معاشی اسباب کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

د۔ عالمی تعاون کی ضرورت:

دہشت گردی سرحدوں سے ماورا مسئلہ ہے۔ اسلام اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ **تعاون علی البر والتقویٰ**۔[43] کا اصول صرف مسلمانوں کے درمیان نہیں بلکہ دیگر اقوام کے ساتھ بھی مشترکہ فلاحی مقاصد کے لیے اپنایا جا سکتا ہے۔[44] اس اصول کی روشنی میں، اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی اداروں اور اقوام متحدہ جیسے فورمز پر مل کر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کریں۔

ر۔ پالیسی سطح پر شفافیت:

اسلامی حکمتِ عملی اس امر پر بھی زور دیتی ہے کہ دہشت گردی کے انسداد میں صرف عسکری طاقت پر انحصار نہ کیا جائے بلکہ انصاف، شفافیت اور عوامی اعتماد کو بنیادی حیثیت دی جائے۔[45]

اسلامی تعلیمات دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ایک ہمہ جہتی نقطۂ نظر فراہم کرتی ہیں جس میں اخلاقی اقدار، عدل، تعلیم، معاشی توازن اور عالمی تعاون شامل ہیں۔ تاہم، ان تعلیمات کو مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مسلم دنیا عالمی برادری کے ساتھ مل کر ایسی پالیسی اپنائے جو دہشت گردی کے سیاسی، معاشی اور سماجی اسباب کو ختم کرے۔ یہ صرف عسکری کارروائی سے ممکن نہیں بلکہ عدل اور انصاف پر مبنی حکمتِ عملی اور بین الاقوامی تعاون ہی حقیقی اور پائیدار امن کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔

---

[42]. Seyyed Hossein Nasr, *Islamic Life and Thought*, Albany: SUNY Press, 1981, 92–95.

[43]۔ المائدہ، ۵: ۲۔

Al Mayedah, 5:2

[44]. Abdullah Yusuf Ali, *The Holy Qur'an: Text, Translation and Commentary*, Brentwood, MD: Amana Corporation, 1989, 215.

[45]. John L. Esposito, *Unholy War: Terror in the Name of Islam* (New York: Oxford University Press, 2002), 144–148.

۱۰۔ خلاصۂ بحث

دہشت گردی عصرِ حاضر کا ایک نہایت پیچیدہ اور کثیر الجہتی مسئلہ ہے جس نے عالمی امن و سلامتی کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اس مقالے میں اس کے مختلف پہلوؤں کو اسلامی اور علمی نقطۂ نظر سے واضح کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے، دہشت گردی کی اصطلاحی اور تاریخی حیثیت کا جائزہ لیا گیا، جس سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ دہشت گردی کسی خاص مذہب یا تہذیب کا پیدا کردہ مسئلہ نہیں بلکہ ایک بین الاقوامی رجحان ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ امر اجاگر ہوا کہ انسانی جان کی حرمت بنیادی اصول ہے اور اس کی پامالی بدترین گناہ شمار کی گئی ہے۔ مزید برآں، 'جہاد' اور 'دہشت گردی' کے درمیان بنیادی امتیازات کو واضح کر کے یہ بتایا گیا کہ جہاد ایک منظم، اخلاقی اور قانونی جدوجہد ہے، جبکہ دہشت گردی اندھی تباہ کاری اور ظلم پر مبنی ہے۔

اسی طرح، اسلام نے بین الاقوامی امن کے قیام پر زور دیتے ہوئے دہشت گردی کی کھلی مذمت کی اور قرآن و سنت کی نصوص میں انسانی جان کے تحفظ کو اولین ترجیح قرار دیا۔ مقالے میں دہشت گردی کے اسباب کا بھی تحقیقی جائزہ لیا گیا جن میں سیاسی محرومیاں، معاشی ناانصافیاں اور سماجی ناہمواریاں شامل ہیں۔ مزید یہ کہ بین الاقوامی میڈیا کی جانب سے اسلاموفوبیا پر مبنی بیانیے کو تنقیدی نظر سے پرکھا گیا جس نے دہشت گردی کو اسلام سے جوڑنے کی کوشش کی۔

آخر میں یہ نتیجہ سامنے آیا کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے صرف عسکری اقدامات کافی نہیں بلکہ ایک ہمہ جہتی اسلامی حکمتِ عملی درکار ہے جس میں عدل، تعلیم، سماجی و معاشی توازن اور بین الاقوامی تعاون کو بنیادی حیثیت دی جائے۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اور عالمی برادری کے ساتھ مل کر ہی پائیدار امن کا قیام ممکن ہے۔

۱۱۔ نتیجہ بحث

اسلام اور دہشت گردی کے تعلق پر کیے گئے اس علمی جائزے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اسلام کا بنیادی پیغام امن، عدل اور انسانی جان کے احترام پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات دہشت گردی، انتہاپسندی اور بے گناہ انسانوں کے قتل کی صریح مذمت کرتی ہیں۔ جہاد اور دہشت گردی میں واضح فرق ہے؛ جہاد ایک منظم، اخلاقی اور قانونی دائرہ کار میں ظلم کے خاتمے اور حق کے قیام کے لیے ہوتا ہے، جبکہ دہشت گردی اندھی تخریب اور بے مقصد قتل و غارت کا نام ہے۔

تاریخی اور سیاسی عوامل کے باعث بعض گروہوں نے اسلام کے نام پر تشدد کو فروغ دیا، جس نے نہ صرف مسلمانوں کی عالمی شناخت کو نقصان پہنچایا بلکہ امتِ مسلمہ کے داخلی استحکام کو بھی کمزور کیا۔ دوسری جانب بین الاقوامی میڈیا اور مغربی پروپیگنڈے نے اسلاموفوبیا کو ہوا دے کر دہشت گردی کو مسلمانوں سے جوڑنے کی کوشش کی، جو حقیقت اور علمی دیانت دونوں کے منافی ہے۔

مقالے میں یہ بات بھی نمایاں ہوئی کہ دہشت گردی کے اسباب صرف مذہبی تعبیرات تک محدود نہیں بلکہ سیاسی، معاشی اور سماجی محرکات بھی اس کے پس پردہ کارفرما ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے کے حل کے لیے ایک جامع اور ہمہ جہت حکمتِ عملی درکار ہے جس میں علمی و فکری رہنمائی، سماجی انصاف، اقتصادی اصلاحات، میڈیا کا مثبت کردار اور بین الاقوامی تعاون شامل ہو۔

آخر کار، اسلام کی اصل تعلیمات کی طرف رجوع، علمی مکالمے کا فروغ اور بین المذاہب ہم آہنگی وہ بنیادیں ہیں جو نہ صرف دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ناگزیر ہیں بلکہ ایک پرامن، عادلانہ اور متوازن عالمی معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی ضروری ہیں۔

۱۲۔ سفارشات

- جامعات، مدارس اور تعلیمی اداروں میں اسلام کے بنیادی پیغام؛ امن، عدل اور انسانی جان کے احترام، کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے تاکہ نئی نسل میں جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو واضح طور پر سمجھایا جاسکے۔
- مذہبی و فکری قائدین کو چاہیے کہ وہ تکفیری سوچ اور دہشت گردی کو جواز فراہم کرنے والی غلط تعبیرات کے خلاف تحقیقی اور دلائل پر مبنی بیانیہ تشکیل دیں تاکہ نوجوان گمراہ کن پروپیگنڈے سے محفوظ رہیں۔
- دہشت گردی کی جڑیں اکثر معاشی ناہمواری اور سماجی ناانصافی میں پیوست ہوتی ہیں۔ حکومتوں کو چاہیے کہ معاشرتی سطح پر وسائل کی منصفانہ تقسیم، غربت کے خاتمے اور روزگار کے مواقع کی فراہمی کو یقینی بنائیں۔
- دہشت گردی کے مسئلے کا حل صرف ایک ملک یا خطے کے بس میں نہیں، بلکہ عالمی سطح پر تعاون، انٹیلیجنس شیئرنگ اور غیر جانبدارانہ پالیسیوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔
- بین الاقوامی میڈیا کو چاہیے کہ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کے بجائے غیر جانبدارانہ اور تحقیقی رویہ اختیار کرے۔ اسلامی ممالک کے میڈیا ادارے بھی اپنے پلیٹ فارمز پر مثبت اور اصلاحی بیانیہ اجاگر کریں۔
- مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے درمیان مکالمے اور تعاون کو فروغ دیا جائے تاکہ غلط فہمیوں کا خاتمہ ہو اور مشترکہ انسانی اقدار کی بنیاد پر پرامن بقائے باہمی ممکن ہو سکے۔
- تحقیقی مراکز اور جامعات کو چاہیے کہ وہ دہشت گردی کے اسباب اور تدارک پر مزید تحقیقی مطالعات کریں اور ان کے نتائج کو پالیسی سازی میں شامل کیا جائے۔